© rasailojaraid.com

کریمیا پر روسی تسلط کا تاریخی جائزہ

فرزانہ جبیں*

ABSTRACT:

The Crimean Peninsula, also known as Crimea, is an important region on the northern coast of the Black Sea. The Peninsula is located just south of the Ukrainian mainland and west of the Russian region of Kuban. It is surrounded by two seas, the Black Sea to the South and the smaller Sea of Azov to the East. From the period of Tsars, Russia was very keen to capture this Peninsula due to its geographical importance. In 1783 the Crimean Khanate, a state ruled by Crimean Tatars and generally subject to the Ottoman Empire, was conquered by the Russian Empire under Catharine-II. Since then, Crimea remained part of Russia within the Soviet Union until 1954 when it was handed over to Ukraine, also a Soviet Republic, by Stalin's successor Nikita Khurshchev, a Ukrainian. Since the Collapse of the Soviet Union in 1991, there have been periodic political tussles over its status between Moscow and Kiev. With political ups and downs in the region now a days, sovereignty of the Peninsula is disputed between Russia and Ukraine. This paper highlights the history and historical disputes over the Crimean Peninsula.

براعظم ایشیاء کے شمال مغرب میں واقع کریمیا (Crimea) کے نام سے معروف جزیرہ نمائے کریمیا (Crimean Peninsula)، جنوب میں بحر اسود (Black Sea) اور مشرق میں بحر ازوف (Sea of Azov) سے گھرا ہوا جغرافیائی اعتبار سے ایک اہم خطہ ہے۔ اس کے شمال میں یوکرین (Ukraine) اور مشرق میں روسی علاقہ کوبان (Kuban) (۱) ہے۔

معلوم تاریخ کے مطابق کریمیا کا قدیم ترین نام طارس (Tauris) ہے۔ اس خطے کو یہ نام اس کے یونانی فاتحین کی جانب سے دیا گیا تھا۔ یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے اس نام کی وضاحت میں بیان کیا ہے کہ ہرکولیس (Heracles) نے اس زمین میں ایک بہت بڑے بیل (Taurus) کی مدد سے ہل چلایا تھا لہٰذا اسی مناسبت سے یونانیوں نے اس سرزمین کے لیے طارس (Tauris) کا لفظ استعمال کیا (۲)۔ طارس کے بعد اس خطے کا دوسرا معروف نام کریمیا (Crimea) ہے۔ لفظ کریمیا کی اصل 'قریم' ہے۔ یہ لفظ دو الفاظ 'Qir' بمعنی ''پہاڑی'' اور 'Im' بمعنی ''میری'' کا مجموعہ ہے۔ گویا اس لفظ کے معنی ہیں ''میری پہاڑی'' اس خطے کے لیے یہ نام تاتاری دورِ حکومت میں اختیار کیا گیا (۳)۔

جزیرہ نمائے کریمیا کی تاریخ تقریباً دو ہزار سال قدیم ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ خطہ مختلف فاتحین اور ساکنان کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ چنانچہ قدیم دور میں یہ علاقہ سیمیری (Cimmerians) اور سائتھینز (Scythians) کا مرکز رہا، اسی

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی برقی پتا: farzana03@coolgoose.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰/۲/۲۰۱۴ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح یونانیوں نے یہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ رومی (Roman)، گاتھ (Goth)، ہن (Hun)، بلغاری (Bulgars)، خازار (Khazars)، بازنطینی (Byzantins)، قپچاق ((Kipchaks)، لشکر زریں(۴)(Golden Hordes) اور کیف کے روسی (RussianKiev) دور بعد کے فاتحین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تیرہویں صدی میں اس کے کچھ حصے جمہوریہ وینس (Republic of Venice) اور جمہوریہ جینوا (Republic of Geniva) کے کنٹرول میں تھے(۵)۔

لشکر زریں (Golden Hordes) کے دورِ اقتدار میں کریمیا کثیر الآباد تاتاری صوبہ تھا۔ تاتاری حکومت کے دورِ زوال میں ۱۴۴۱ء میں یہاں آزاد تاتاری ریاست قائم ہوئی۔ باغچہ سرائے (Bakhchisaray) اس کا مرکز قرار پایا۔ یہ ریاست اپنے بہترین جغرافیائی محل وقوع کی بناء پر آنے والے دور میں زارانِ روس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی۔

آرتھوڈوکس عیسائیت (Orthodox Christanity) کے علمبردار زارانِ روس کے دورِ عروج کا آغاز لشکر زریں کے دورِ زوال میں ہوا۔ ماسکو (Moscow) اس جدید روس کا مرکز اور ایوانِ اوّل (Ivan I) (۱۳۲۵ء۔۱۳۴۰ء) پہلا حکمران تھا۔ لیکن اس وقت تک یہ ماسکووی اپنے تاتاری آقاؤں کو خراج کی ادائیگی کے پابند تھے۔ البتہ ایوان ثالث (Ivan III) (۱۴۶۲ء۔۱۵۰۵ء) کے زمانے میں ماسکو مزید طاقتور ہوگیا اور ایوان ثالث نے منگولوں کو خراج کی ادائیگی کا طوق بھی گردن سے اتار کر آزاد روس کے پہلے حکمران کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے زار(۶)(Tsar) کا لقب استعمال کیا(۷)۔ ایوان ثالث کی تقلید کرتے ہوئے اس کے جانشینوں نے بھی اپنے لیے زار کا لقب ہی استعمال کیا۔

یہ زارانِ روس ابتداء ہی سے توسیع پسند پالیسی کے حامل تھے۔ اس توسیع پسند پالیسی کا ایک بڑا ہدف آرتھوڈوکس عیسائیت (Orthodox Christanity) کے مرکز قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کا حصول اور بحر اسود پر قابض ہوتے ہوئے بحر روم پر کنٹرول تھا(۸)۔ یہ بحری علاقے، ایشیاء، یورپ اور افریقہ میں آمدورفت کے بڑے ذرائع تھے خاص طور پر بحرِ روم، اس پر کنٹرول کا مطلب آمدورفت میں سہولت ہی نہیں بلکہ اس کے اطراف میں موجود تینوں براعظموں ایشیاء، یورپ اور افریقہ میں اثرات واقتدار کا قیام تھا۔ رومی سلطنت اس حقیقت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ اس توسیع پسند پالیسی میں جزیرہ نمائے کریمیا کو اپنے اہم جغرافیائی محل وقوع کی بناء پر خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس پالیسی کی کامیابی بحر اسود پر کنٹرول سے مشروط تھی اور بحر اسود پر کنٹرول اس کے شمال میں موجود مضبوط تاتاری ریاست کریمیا پر قبضے کے بغیر ناممکن تھا۔

کریمیا کی یہ تاتاری ریاست طویل عرصے تک روس اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان وجہ تنازعہ بنی رہی۔ دراصل یہ تاتاری ریاست جو کوبان سے دریائے نیستر (Dnisester River) کے درمیان استیپی کے علاقے میں پھیلی ہوئی تھی، خطے میں موجود جینوا کے تجارتی علاقوں میں اپنا اقتدار قائم کرنے میں ناکام تھی۔ اس سلسلے میں کریمیا کی حکومت عثمانی امداد کی خواہاں ہوئی اور محمد فاتح (۱۴۵۱ء۔۱۴۸۱ء) کے نامور سپہ سالار کدک احمد پاشا (Gedik Ahmed Pasha) نے جینوا کے ان تجارتی مراکز کے خلاف مہم کشی کرتے ہوئے ۱۴۷۵ء میں کفّہ کی بندرگاہ اور دیگر مقامات کو زیر کرلیا۔ اس واقعے کے بعد کریمیا کی حکومت نے سلطنت عثمانیہ کی باجگذاری قبول کرلی تھی(۹)۔ بحرِ اسود کے شمال میں موجود کریمیا کی یہ تاتاری ریاست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلطنتِ عثمانیہ کے ایشیائی خطے اور مغرب میں موجود اس کے مرکز قسطنطنیہ کے تحفظ کی گویا ضامن تھی۔ قسطنطنیہ کے حصول اور بحر اسود کے راستے بحر روم تک رسائی کے لیے اس وقت چونکہ روس میں اتنی طاقت اور قوت نہ تھی کہ وہ سلطنتِ عثمانیہ جیسی عالمی طاقت کا مقابلہ کرتا چنانچہ کسی بھی معرکہ آرائی سے گریز کرتے ہوئے ایوان ثالث (Ivan III) نے اپنی معیشت کے استحکام کے لیے سلطنت عثمانیہ سے تجارتی و سفارتی تعلقات کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لیے عثمانی سلطان بایزید ثانی (۱۴۸۱ء۔۱۵۱۲ء) کے دور میں ۱۴۹۵ء میں پہلی سفارت قسطنطنیہ روانہ کی تاہم یہ سفارت ناکامی پر منتج ہوئی(۱۰)۔

پیٹر (Peter) (۱۶۸۲ء۔۱۷۲۵ء) کے زمانے میں روس فی الواقع سلطنت عثمانیہ کے زبردست رقیب کی شکل میں سامنے آیا۔ عظیم الشان سلطنت اور مستحکم معیشت کا قیام پیٹر کا نصب العین تھا، اس نصب العین کے حصول کے لیے پیٹر کو بحری علاقوں کی اہمیت کا بے پناہ ادراک تھا چنانچہ اسے اقتدار کے آغاز ہی سے بحری علاقوں پر قبضے کی آرزو تھی۔ خلیج فارس (Persian Gulf)، بحیرۂ روم (Mediterranean Sea)، بحرِ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ بالٹک (Baltic Sea) تک رسائی گویا اس کی خارجہ پالیسی کے اہم اہداف تھے(۱۱)۔

سترھویں صدی کے اواخر سے روس اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان معرکہ آرائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۶۹۶ء میں روس نے بزورِ بحرِ اسود کے شمال میں کریمیا کی حدود اقتدار میں واقع بحرِ ازوف (Sea of Azov) پر قبضہ کر کے فی الفور وہاں کے قلعوں اور لنگر گاہ کو مضبوط کیا اور جنگی جہازوں کی تیاری کا کام اتنے بڑے پیمانے پر شروع کیا کہ دنیا پر روسی عزائم آشکار ہو گئے(۱۲)۔ اسی اثناء میں روس نے بحیرۂ بالٹک (Baltic Sea) کے کنارے موجود سوئیڈن سے بھی معرکہ آرائی کا سلسلہ شروع کر دیا تاکہ بحیرۂ بالٹک (Baltic Sea) کے ثمرات سے متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ اہم یورپی علاقوں تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ ۸ جولائی ۱۷۰۹ء کو سوئیڈن کے حکمران چارلس دوازدھم (Charles Xii) نے پولٹاوا (Poltava) کے میدان میں روس کے ہاتھوں شکست کھائی اور فرار ہو کر سلطنت عثمانیہ میں پناہ لی۔ روس کی جانب سے بار بار حوالگی کا مطالبہ کئے جانے کے باوجود سلطنت عثمانیہ نے آئین حکمرانی کی خلاف ورزی نہ کی۔ ردِعمل کے طور پر روس کی جانب سے سلطنت عثمانیہ کے سرحدی اضلاع پر جارحانہ کاروائیاں جاری ہو گئیں، ان کاروائیوں سے عاجز باشندوں نے دربارِ عثمانیہ میں شکایات ارسال کرنا شروع کر دیں، اس کے ساتھ ہی خان کریمیا کی جانب سے بھی دور اندیشانہ تجویز دربار میں پیش کی گئی کہ شمال اور مغرب کی جانب سے سلطنت عثمانیہ کا تحفظ کریمیا کے تحفظ کے بغیر ناممکن ھے، لہٰذا روس کے خلاف جنگی کاروائی ناگزیر ہو چکی ہے۔

ان حالات و واقعات کے تناظر میں سلطنت عثمانیہ کی جانب سے ۱۷۱۱ء کے موسم گرما میں اعلان جنگ کے بعد ولاچیہ (Wallachia) کے جنوب میں دریائے پرتھ (Pruth) کے کنارے دونوں ممالک مدمقابل ہوئے اس مقابلے کا نتیجہ روس کی ذلت آمیز شکست اور ۲۱ جولائی ۱۷۱۱ء کو معاہدۂ پرتھ (Treaty of Pruth) کی شکل میں سامنے آیا اس معاہدہ کی ایک دفعہ کی رو سے ازوف عثمانیوں کو واپس مل گیا(۱۳)۔ تاہم بدترین شکست کے باوجود پیٹر کو موقع مل گیا کہ وہ روس کو معاشی اور فوجی اعتبار سے مستحکم کر کے آنے والے ادوار میں اپنے اہداف کے حصول کے لیے راہ ہموار کر دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۲۵ء میں زار کے انتقال کے بعد زارینہ این (Empress Anna) (۱۷۳۰ء۔۱۷۴۰ء) نے اپنے پیش رو حکمرانوں کی خارجہ پالیسی کو برقرار رکھتے ہوئے سلطنت عثمانیہ سے جنگ کے لیے پیٹر کی جانب سے دریائے ڈان (Don) پر میگزینوں، گوداموں کی مقدار عظیم اور جہازوں کے بیڑوں کے لیے جمع کئے گئے وافر سامان کی مدد سے ۱۷۳۶ء میں اعلانِ جنگ کے بغیر بحرِ اسود کے شمال میں کاروائی کا آغاز کر دیا۔روسی جرنیل مارشل میونخ (Marshal Munnich) کی قیادت میں شروع کی جانے والی اس جنگ میں ایک دفعہ پھر ازوف کو فتح کیا گیا۔ازوف کو فتح کر کے کریمیا کی تاتاری ریاست میں وحشیانہ ظلم وستم ڈھائے گئے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا، قدیم تاریخی عمارات کو نقصان پہنچایا گیا، کتب خانے اور مدارس نذرِ آتش کر دیئے گئے، سرکاری عمارات اور معابد کو عمداً وقصداً منہدم کر دیا گیا(۱۴)۔۱۷۳۶ء میں شروع کی جانے والی اس مہم میں روس کا اتحادی آسٹریا بھی شامل تھا۔بلغراد کے مقام پر آسٹریا کی بدترین شکست کے بعد مختلف دیگر محاذوں پر روس کی کامیابی کے باوجود تینوں ممالک کے درمیان معاہدۂ بلغراد (یکم ستمبر ۱۷۳۹ء) کی شکل میں جنگ بندی عمل میں آئی اس معاہدہ کی رو سے بادل نخواستہ روس نے کریمیا کا مفتوحہ علاقہ واپس کرنے اور قلعہء ازوف کو منہدم کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن اس کے ساتھ ہی بحرِ ازوف میں اگرچہ عثمانی جہازوں پر تجارت کا اختیار حاصل کر لیا۔معاہدۂ مذکور کی رو سے روس کو پابند کیا گیا کہ بحرِ ازوف اور بحرِ اسود میں کوئی جنگی بیڑہ رکھے گا اور نہ ہی ان سمندروں کے سواحل کو جنگی جہازوں کی تیاری کے لیے استعمال کرے گا(۱۵)۔

معاہدۂ بلغراد کی رُو سے متذکرہ بالا شرائط پر روس کو پابند کرنے سے یہ واضح ہے کہ روس دراصل یہی کچھ کرنا چاہتا تھا تاکہ مغرب کی جانب اپنی سرحدوں کی توسیع کے دیرینہ عزائم کی تکمیل کی راہیں ہموار کی جاسکیں لیکن فی الوقت معاہدۂ بلغراد کے ذریعہ روسی پیش قدمیوں کے سیلاب پر بند باندھ دیا گیا۔

معاہدۂ بلغراد کی شکل میں روسی فتوحات پر باندھا جانے والا یہ بند ۱۷۶۸ء میں اس وقت ٹوٹ گیا جب زارینہ روس کیتھرائن ثانی (Catherine II) (۱۷۶۲ء۔۱۷۹۶ء) کے دور میں روس کی جارحانہ پالیسی کا منقطع سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس لہر میں جارحیت کا آغاز پولینڈ سے کیا گیا۔۱۷۶۲ء میں پولش حکمران آگسٹ ثالث (August III) کے انتقال کے بعد کیتھرائن نے اپنی افواج پولینڈ بھیج دیں اور اپنے منظور نظر اسٹانسلاس پونیاٹوسکی (Stanislaw Poniatowsky) کو تخت پر بٹھا دیا۔(Poniatowsky) اگرچہ ایک قابل حکمران تھا لیکن اس کی جانب سے کیتھولک عیسائیوں کو دی جانے والی مذہبی مساوات پولینڈ میں بے چینی اور اضطراب کا باعث بن گئی۔روس نے جو پولینڈ اور پونیاٹوسکی (Poniatowsky) پر خاصے اثرات رکھتا تھا، اختلاف کرنے والوں کو سزائیں دیں۔نتیجتاً پولش قوم پرستوں نے مارچ ۱۷۶۶ء میں (Confederation of Bar) قائم کیا اور عثمانیوں سے تحفظ اور امداد کے طالب ہوئے(۱۶)۔اگرچہ اس امدادی درخواست کے جواب میں عثمانیوں کی جانب سے کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔لیکن روس کی جانب سے پولش رعایا کے خلاف کی جانے والی تازہ کاروائی نے عثمانی حکومت میں اشتعال پیدا کر دیا۔انشاءاللہ خان کے مطابق کئی پولشِ روسیوں سے تنگ آ کر ترکی علاقوں میں پناہ گزین ہو گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے یہ پناہ گزین وقتاً فوقتاً انتقامی کاروائی کے طور پر روسیوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔جوابی کاروائی کے طور پر روسی فوج ان کا تعاقب کرتے ہوئے عثمانی حدود میں گھس آیا کرتی تھی اوران کو قتل یا گرفتار کرلیتی ۔ایسے ہی ایک موقع پر روسی فوج نے پولش رعایا کا تعاقب کرتے ہوئے عثمانی سرحدات کو عبور کرکے بسرابیا (Bessrabia) کی سرحد پر واقع خان کریمیا کے زیر اقتدار قلعہ یالٹا (Yalta) پر حملہ کردیا اور بلا تفریق مذہب یہاں کے باشندوں کو قتل کرکے قصبہ کو تباہ و برباد کردیا(۱۷)۔ یہ عمل معاہدۂ بلغراد کی خلاف ورزی تھا چنانچہ روس اور سلطنت عثمانیہ ۱۷۶۹ء کے اوائل میں ایک دفعہ پھر حالتِ جنگ میں آ گئے۔

۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۴ء تک جاری رہنے والی اس جنگ میں روسی ہر معرکہ کارزار میں فاتح رہے۔ان فتوحات میں روس کی فوجی برتری کے ساتھ عثمانی فوجی نظام کی ابتری ایک بہت بڑا سبب تھی۔لیکن تمام تر فتوحات کے باوجود روسی افواج میں بھی کمزوری کے آثار نظر آرہے تھے اور روس کی مالی حالت بھی مائل بہ تباہی تھی۔ان حالات میں زارینہ کیتھرائن جنگ ختم کر کے صلح کی خواہشمند تھی۔سلطنت عثمانیہ چونکہ ہر محاذ پر کمزور فریق اور شکست خوردہ تھی لہذا جنگ بندی اور قیام صلح اس کی بھی خواہش تھی۔

فریقین کی رضامندی کے بعد بخارسٹ (Bucharest) کے مقام پر صلح کے لئے مہینوں کی جانے والی کوششیں ناکامی پر منتج ہوئیں اس ناکامی کا سبب روس کی جانب سے کیا گیا ایک مطالبہ تھا کہ روس کو کریمیا کے تاتاریوں کی آزادی کا محافظ قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ نہ صرف کریمیا کے تاتاریوں کو قبول نہ تھا بلکہ عثمانی بھی اس شرط کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ کریمیا پر روس کا تسلط شمال اور مغرب کی جانب سے سلطنت عثمانیہ کے تحفظ کے بارے میں سوال پیدا کردیتا، چنانچہ جنگ مزید کچھ عرصہ جاری رہی۔لیکن بالآخر عثمانیوں کو گھٹنے ٹیکنے پڑے کیونکہ شوملہ (Shumla) کی فتح کے نتیجہ میں روسی افواج یورپ کے قلب میں عثمانی سرحدات کے اندر تک پہنچ چکی تھیں(۱۸)۔ ۲۱ جولائی ۱۷۷۴ء کو معاہدہ کوچک قینارجی (kutchuk kainardji)(۱۹) کی رو سے دونوں ممالک کے درمیان جنگ بندی عمل میں آ گئی۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس کی رو سے کریمیا پر روسی تسلط اور بحرِ اسود تک رسائی کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کا راستہ ہموار ہو گیا۔

مذکورہ معاہدہ میں کریمیا کی نسبت طے کیا گیا کہ کریمیا، بوجاق (Bucak) اور کوبان (koban) کے تاتاریوں کو مطلق آزادی حاصل ہوگی اور وہ اپنے حکمران کے انتخاب میں آزاد ہوں گے۔روس اور سلطنت عثمانیہ کریمیا کے خان کے انتخاب یا ریاست کے خانگی، سیاسی، ملکی اور اندرونی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں گے(۲۰)۔عہد نامہ کینارجی گویا کریمیا پر روسی اقتدار کے قیام کی کنجی ثابت ہوا۔کریمیا پر قبضہ کی روسی خواہش کے متعلق کاروائی کا آغاز عہد نامے پر دستخط کی تاریخ سے ہی ہو گیا۔کریمیا پر قبضے کے لیے ایک بہترین وقت کا انتخاب کیا گیا تھا۔روس میں ۱۷۷۳ء میں شروع ہونے والی پوگاشیف (Pugacev) کی بغاوت کو ۱۷۷۵ء میں کچل دیا گیا تھا۔ ۱۷۷۶ء میں ایران اور سلطنت عثمانیہ میں شدید معرکہ آرائی جاری تھی۔عثمانیوں کے یورپی حلیف شمالی امریکہ میں تیرہ برطانوی نوآبادیوں میں آزادی کے لیے جاری جدوجہد پر نظریں جمائے بیٹھے تھے(۲۱)۔ یہ صورتحال کریمیا پر روسی قبضے انتہائی موزوں تھی۔عہد نامے کے بعد تاتاریوں نے چنگیز خان کے خاندان سے دولت گرائی (Devlet Giray) کو اپنا خان منتخب کیا یہ ایک مستقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزاج، محب وطن اور صاحب غیرت شخص تھا اور اس سے روسی دربار کی اطاعت گزاری کی توقع عبث تھی۔لیکن کیتھرائن نے ایسی صورتحال کے لیے پہلے ہی سے بندوبست کرتے ہوئے چند تاتاری خوانین کو مال و دولت کے لالچ میں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا رکھا تھا چنانچہ ان تاتاریوں نے کریمیا میں دولت گرائی کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے بدامنی اور شورش پھیلا دی۔اس صوتحال میں روس کو قیام امن کے لئے جزیرہ کریمیا میں فوج بھیجنے کا بظاہر معقول بہانہ مل گیا،لیکن حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے یہ بھی مشہتر کر دیا گیا کہ روسی خود قابض ہونے کے لیے داخل نہیں ہوئے بلکہ کریمیا کی عوام کو دولت گرائی کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے داخل ہوئے ہیں۔ ۱۷۷۶ء میں دولت گرائی کو تخت سے دستبرداری پر مجبور کر کے اس کی جگہ شاہین گرائی (Sahin Giray) کو تخت نشین کر دیا گیا، روسی ماحول کے پروردہ اس شخص کو کریمیا کی عوام پسند نہ کرتے تھے۔اسی حقیقت کے پیش نظر منصوبہ بندی کے تحت روسیوں نے فرمانروائی کے لیے اس کو منتخب کیا تھا۔دولت گرائی نے اگرچہ قسطنطنیہ جا کر سلطنت عثمانیہ سے مدد کی درخواست کی لیکن پابندئ عہد، حزم احتیاط اور دیوان کے اراکین پر خرچ کی جانے والی روسی دولت کے نتیجہ میں سلطنت نے کوئی مزاحمت نہ کی اور شاہین گرائی کریمیا کی مسند حکومت پر فائز ہو گیا شاہین گرائی، زارینہ کیتھرائن کے مقاصد کے حصول میں محض آلہ کا کام دینے کے لیے حکمرانی کے منصب تک پہنچایا گیا تھا۔اس کے مسند حکمرانی پر فائز ہونے کے فوراً بعد کیتھرائن نے سفیر کے بھیس میں اپنا ایک جاسوس بھیجا اور اسے یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ خان سے ایسے کام کرواتا رہے جس سے رعایا کو اس سے نفرت ہو جائے اور دوسری طرف ناراض عوام سے خانہ جنگی کرا دے۔تاتاری، روسیوں کی حکومت اور ان کے رسوم و رواج سے کوسوں دور بھاگتے تھے چنانچہ جاسوس نے شاہین سے روسی رواج و عادات کی پابندی کروائی ردعمل میں تاتاری عوام میں روز بروز بے چینی بڑھتی چلی گئی۔دوسری طرف روسی ایجنٹوں نے اسے بحری طاقت میں اضافہ کر کے بحرِ اسود پر قیام اقتدار کی ہوس میں مبتلا کر دیا اور بے دریغ روپیہ خرچ کروانا شروع کر دیا۔ان اقدامات کے ساتھ ساتھ برانگیختہ ہونے والے میرزایوں اور خوانین کو بدستور اکسایا جاتا رہا،نتیجۃً عام بغاوت برپا ہو گئی جس کے استیصال کے لیے شاہین کے روسی مشیروں نے زارینہ سے امداد طلب کرنے کا مشورہ دیا۔روسی سپاہ حسب منصوبہ کریمیا میں داخل ہو گئی،روسی زاروں کی برسوں پرانی تمنا پوری ہونے کا وقت آ پہنچا تھا۔ روسی تابعداری سے انکار کرنے والے تاتاری امراء سنگسار کر دیئے گئے۔شاہین گرائی کو جبراً تخت سے دستبردار کیا گیا اور ساتھ ہی معزول حکمران سے یہ بھی طے پا گیا کہ آئندہ اس کے خاندان کو جس میں فرمانروائی موروثی تھی کریمیا اور کوبان پر کوئی دعویٰ نہ رہے گا۔شاہین کو نظر بند کر کے روس اور بعد ازاں سرحد پار ترکی علاقے میں بھیج دیا گیا۔ترکوں نے اس کو فوراً گرفتار کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا۔سلطان عبدالحمید اول (۱۷۷۳ء۔۱۷۸۹ء) نے اسے جزیرہ رہوڈس (Rhodis) جلاوطن کر دیا۔رہوڈس پہنچتے ہی وہاں کے مسلم حکام نے اس کو فرنچ قونصل کے مکان میں قتل کر ڈالا (۲۲)۔

۱۷۸۳ء میں جزیرہ نمائے کریمیا،ملحقہ اضلاع کے ساتھ روس کے دائرہ اقتدار میں شامل کر دیا گیا۔کریمیا پر اپنے تسلط کو جائز ثابت کرنے کے لیے کیتھرائن نے اپریل ۱۷۸۳ء میں ایک منشور شائع کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"روسی محض قیامِ امن کے لیے کریمیا میں داخل ہوئے تھے۔ تاتاریوں کی طبعی بے چین مزاجی نے اس عمارت کو جسے زارینہ نے ان کو خود اپنے منتخب کردہ فرمانروا کے زیرِ فرمان کامل آزادی اور خود مختاری دلا کران کی آسائش وخوشحالی کے لیے کھڑا کیا تھا، بالکل کمزور اور ویران کر دیا تھا۔ الغرض کریمیا کی حفاظت کے لیے ہر وقت فوج تیار رکھنے کی ضرورت کے اخراجات اور ان خرابیوں کی بیخ کنی کی احتیاج نے زارینہ کو ان نقصانات اور مصارف کے جائز معاوضہ میں جو اسے وہاں امن اور خوشحالی قائم رکھنے پر کرنے پڑے، جزیرہ نمائے کریمیا اور کل علاقہ کوبان (Kuban) کو سلطنت روس میں شامل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"(۲۳)

اس منشور کے اجراء کے ساتھ معاہدۂ کوچک قینارجی کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے وہ تمام ملک جسے آزاد تاتاری مملکت بنایا گیا تھا روس کے ساتھ شامل کرلیا گیا۔ یہ ملک صرف جزیرہ نمائے کریمیا اور اس کے بینظیر اور قابل تعریف کارآمد بندرگاہوں اور مضبوط مواقع پر ہی مشتمل نہ تھا بلکہ بحرِ اسود کا تمام شمالی ساحل اور ایشیائی علاقہ کوبان معہ جزیرۂ ثمن بھی اس میں داخل تھا(۲۴)۔

ترکوں نے الحاق کریمیا کی خبر سنتے ہی جنگ کا مصمم ارادہ کرلیا تھا اور فوجی تیاریوں کا آغاز بھی کر دیا تھا تاہم شاہِ فرانس نے جنگ سے احتراز کا مشورہ دیتے ہوئے سمجھایا کہ کسی مناسب موقع پر فوج کشی کی جائے۔ فرانس کے مشورہ پر جنگی تیاریاں ملتوی کر کے ۸ جنوری ۱۷۸۴ء کو روس اور سلطنت عثمانیہ میں نیا عہدنامہ ہوگیا۔ جس میں سلطنت نے روس کے ساتھ کریمیا کا الحاق باضابطہ طور پر تسلیم کرلیا(۲۵)۔

کریمیا کا یہ جزیرہ نما زارِ روس کی حکومت کے خاتمے یعنی ۱۹۱۷ء تک روسی سلطنت کا حصہ رہا بعد ازاں سوویت یونین کی تشکیل کے بعد کچھ عرصے اس کا حصہ رہنے کے بعد ۱۹۵۴ء میں سوویت یونین ری پبلک یوکرین (Soviet Union Republic of Ukrain) کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کی تحلیل کے بعد کریمیا کا یہ علاقہ روس اور یوکرین کے درمیان وقتاً فوقتاً سیاسی تنازعات کا باعث بنتا رہا ہے۔

مارچ ۲۰۱۴ء میں روس کریمیا میں موجود بحری اڈوں کا بھی مقتدر محافظ نہیں بلکہ کریمیا مکمل طور پر روسی حلقہء اقتدار میں شامل کیا جا چکا ہے۔ اس تاریخ ساز واقعہ کا سبب یوکرین میں رونما ہونے والا سیاسی بحران ہے۔ یوکرین میں رونما ہونے والے اس سیاسی بحران اور اس بحران کے نتیجے میں امریکہ اور روس کے درمیان سیاسی تناؤ کا بڑا سبب پیوٹن (Putin) کی قائم کردہ (Urasian Union) کی رکنیت ترک کر کے (European Union) کی رکنیت کے حصول کے معاملے پر یوکرینی عوام کا اختلاف رائے ہے۔ مغربی یوکرین، یورپی یونین کی رُکنیت کے حامی جبکہ مشرقی یوکرین جس میں کریمیا ایک اہم علاقہ ہے، (Urasian Union) کا حامی ہے۔ روس نواز صدر وکٹر یانوکووچ (Viktor Yanukovych) اس معاملے میں مشرقی یوکرین کی رائے کے حامی ہیں۔ چنانچہ مغربی یوکرین میں حزب اختلاف کی جانب سے احتجاجی مظاہروں کے بعد روس نواز صدر وکٹر یانوکووچ نے فرار ہو کر ماسکو میں پناہ حاصل کرلی اور اس کے بعد روس نے کاروائی کرتے ہوئے کریمیا کو ایک دفعہ پھر روس میں ضم کرلیا۔ اس وقت کریمیا کے عوام بھی روس کے حامی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کریمیا کی آبادی کا کثیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصہ تاتاریوں کی بجائے روسیوں پر مشتمل ہے کیونکہ ۱۹۴۵ء میں تقریباً ۳۵۰،۰۰۰ تاتاری وسط ایشیاء اور سائبیریا کی جانب جلاوطن کردیئے گئے تھے اور کریمیا میں روسی نو آبادیاں قائم کردی گئی تھیں (۲۶)۔

دراصل روس زمانہ قدیم کی مانند آج بھی دنیا میں اپنے مضبوط اقتدار کے لیے بحر اسود پر اقتدار کا خواہاں ہے اور بحر اسود کا مکمل کنٹرول کریمیا پر تسلط کا مرہون منت ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) بحر اسود کے شمال میں ڈان استیپی (Don Steppe)، والگا ڈیلٹا (Volga Delta) اور کاکیشیا (Caucasus) کے درمیان واقع جنوبی روس کا علاقہ ہے۔

(۲) www.en.wikipedia.org/wiki/crimea retrieved on 20th March 2014

(۳) www.en.wikipedia.org/wiki/crimean peninsula retrieved on 20th March 2014

(۴) تیرہویں صدی میں روس میں قائم ہونے والی تاتار منگول حکومت تاریخ میں لشکر زریں / اردوئے زریں (Golden Horde) کے نام سے معروف ہے۔

(۵) en.wikipedia.org/wiki/crimean peninsula.retrieved on 20th March 2014

(۶) زار (Tsar) روسی زبان کا لفظ ہے بمعنی شہنشاہ

(۷) Mazour, A. G & Peoples, J. M. (1975). "Men and nations: A World History", 3rd. Ed., New York: Harcourt Brace Jovanovich, p. 262

(۸) Riasanovsky, N. V. (1963). "A History of Russia", New York: Oxford University Press, p. 117

(۹) عزیر، محمد، دولت عثمانیہ، ج: اول، ص ۱۰۸، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، (۱۹۸۵)

(۱۰) Eversley, L. (1957). "The Turkish Empire", 2nd Ed., Lahore: Premier Book House, p.101

(۱۱) The New Encyclopaedia of Britannica. (1981). Vol. 25, (15th Ed.), Chicago, p. 528

(۱۲) انشاء اللہ، محمد، تاریخ خاندان عثمانیہ، ج: دوم، ص ۳۰، (طبع اول)، امرتسر: روز بازار، (۱۸۹۹)

(۱۳) Eversley, L., op.cit., p. 202 (۱۴) Ibid, p. 216 (۱۵) Ibid, p. 220

(۱۶) Yalcinkaya, M. A. (2002). "The Eighteenth Century: The Period of Reform, Change and Diplomacy", The Turks, Vol. 4, (1st Ed.), Ankara: Yeni Turkiye, p. 103

(۱۷) انشاء اللہ، محمد، محولہ بالا، ص ۱۴۸۔۱۴۹ (۱۸) عزیر، محمد، محولہ بالا، ص ۳۲۵

(۱۹) کوچک قینارجی (Kuchuk Kainardji) ترکی زبان کا لفظ ہے بمعنی گرم پانی کا چھوٹا چشمہ، سلسٹریا (Silistria) سے ۴۵ میل جنوب میں بلغاریہ (Bulgaria) کا ایک قصبہ ہے۔

(۲۰) Eversley, L. op.cit, p. 231 (۲۱) Yalcinkay, M. A. op.cit., p. 117-118

(۲۲) انشاء اللہ، محمد محولہ بالا، ص ۲۰۴۔۲۰۵ (۲۳) ایضاً، ص ۲۰۶۔۲۰۷ (۲۴) ایضاً (۲۵) عزیر، محمد، محولہ بالا، ص ۴۱۷

(۲۶) The New Encyclopedia of Britannica. (2010). Vol. 3, (15th ed.), Chicago: Encyclopedia Britannica Inc., p. 737

© rasailojaraid.com